Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal Impact Factor 4.94 ISSN No. 2456-1665

تاریخی ناول نگار نسیم حجازی کے اسلوب کی انفرادیت۔

پروفیسر ڈاکٹر اقبال احمد خان

اسلوب کسی بھی شخص کی خاص پہچان ہوتی ہے چاہے وہ اس کی ظاہر داری کے متعلق ہو یا پھر دیگر معاملات سے متعلق۔ اسلوب ہی مذکورہ فرد کے شخصی تخصصات طے کرتا ہے۔ کسی بھی شخص کے انداز تحریر سے لوگ اسے پہچانتے ہیں۔ اگر لوگ کسی شخص کے اسلوب سے واقف ہوں تو وہ اس کے معانی و مطالب کو نہایت ہی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ تحریر کسی بھی قسم کی ہو، اس میں اسلوب کی اہمیت مسلم ہے۔ تحریر کی اچھائی یا برائی کا دار و مدار اسلوب کے حسن و قبح پر ہوتا ہے۔

نسیم حجازی جو کہ تاریخی ناول نگاری کے ساتھ اسلامی ذہنیت رکھتے تھے، ان کا اپنا اسلوب نہایت ہی سادہ اور بلیغ ہے۔ ان کے ہاں آزاد کی طرح مبالغہ آرائی ہے نہ ڈپٹی نذیر احمد کی طرح عربی و فارسی محاورات کی کثرت اور نہ ہی وہ سر سید جیسا سپاٹ لب ولہجہ ہے۔ بلکہ ان کی تحریروں میں سادگی کے باوجود اعلیٰ اسلوبیاتی عناصر پائے جاتے ہیں۔ ان کی تحریر کی نمایاں ترین خصوصیت منطقی اور استدلالی بیان ہے جس سے عام قاری بھی بات کو آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ اس کی مثال ان کے ناولوں میں موجود ہے جیسے "اور تلوار ٹوٹ گئی" میں اس صورت حال کا بیان جب انگریزوں اور مرہٹوں کے مشترکہ لشکر کے مقابلے کے لیے سلطان ٹیپو اپنے عہدے داروں کی مجلس مشاورت طلب کرتا ہے۔ اور مختلف لوگوں کی تقاریر سننے کے بعد "انور علی جو تقریر کرتا ہے وہ نہایت منطقی اور استدلالی ہے:

> " عالی جاہ! غازی بابا، صلح کے لیے دشمن کی شرائط کے متعلق میسور کے تمام حریت پسندوں کے خیالات کی ترجمانی کر چکے ہیں۔ جن لوگوں کو آپ نے عزت کی زندگی کا راستہ دکھایا ہے، ان کے لیے یہ شرائط تلوار کے زخموں سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ ابھی ہم زندہ ہیں اور ایسی شرائط کے خلاف ہماری قبروں کی مٹی بھی احتجاج کرے گی۔
>
> سید صاحب نے یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اگر ہم نے آج صلح کے لیے دشمن کی شرائط قبول نہ کیں تو چند دن بعد وہ ہم سے زیادہ سخت شرائط منوانے کی کوشش کرے گا لیکن اگر یہ گستاخی نہ ہو تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں اپنی موت سے پہلے لحد میں کودنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔"

اس طرح نسیم حجازی کی تحریروں میں تمثیلی انداز بھی ہے جو عبارتی حسن کو دوچند کرتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ ترکی کے قلبِ فخرِ ماضی کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ترکی کی سرزمین پر پہلی بار پاؤں رکھتے ہوئے میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس خاک کا ذرہ ذرہ غرور وافتخار کے ساتھ سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔"

نسیم حجازی کی تحریروں میں بوجھل پن کی بجائے پرکاری ہے۔ وہ میرؔ کی طرح چلتے چلتے بالکل عام سے انداز میں سب کچھ کہہ جاتے ہیں۔ اسی عام فہم سادہ انداز تحریر سے ان کے ناولوں میں شگفتگی پیدا ہوگئی ہے۔ داستان مجاہد سے شروع ہو کر یہ اسلوبیاتی حسن بڑھتے بڑھتے آخری چٹان تک اپنی انتہا کو چھونے لگتا ہے۔ آخری چٹان میں ان کا یہ اسلوب اور ان کا یہ انداز بیان کچھ اور ہی لطیف اور دلکش بن گیا ہے۔ یہ اسلوب ایک طرف شاعری کے حسن سے ملتا ہے اور دوسری طرف بیانیہ سے۔ سادگی و پرکاری کی خصوصیت نے ان کی تحریروں میں ادبی حسن پیدا کر دیا۔

ان کی سادگی میں بھی ایک وقار، عظمت اور انفرادیت موجود ہے۔ وہ اپنے قاری کو محض لفظوں کی بھول بھلیوں میں نہیں الجھاتے ہیں اور نہ ہی ان کی تحریر میں کہیں عامیانہ پن پھکڑ پن محسوس ہوتا ہے بلکہ اس کا اپنا ایک معیار ہے جسے وہ ناول میں برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ان کے حسن بیان اور اسلوب کی شگفتہ اور دلکش ہی ہے کہ تاریخ جیسے خشک مضمون بھی دلچسپ بن گیا اور قاری ان کے ناول کو ختم کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ دیدہ زیب اسلوب اور شگفتہ زبان و بیان کے ذریعے ناول میں اسلامی تاریخ کی کہانیاں اور ناول کی تیکنیک اسے پرکشش بنا دیتی ہے۔

ان کی بے تکلف اور رواں زبان قاری کو احساس دلاتی ہے کہ وہ ناول نہیں پڑھ رہا بلکہ چلتے پھرتے اور جیتے جاگتے لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے سن اور دیکھ رہا ہے۔ وہ محاروں میں قاری کو الجھاتے نہیں، ان ان کی بیشتر عبارتوں میں کوئی محاورہ ہے نہ روزمرہ، تشبیہ ہے نہ استعارہ، صرف ایک مقصد ہے جو آسانی سے قاری سمجھ سکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ادبی لوازمات کو اہمیت ہی نہیں دیتے اور بے لطف عبارتیں لکھتے تھے، بلکہ ان کے یہاں ایسی چیزوں کا موزوں استعمال دیکھنے کو ملتا ہے۔

ان میں ادبی خصائص معتدل انداز میں موجود ہیں، تحریروں میں آمد کی کیفیت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قلم سے نکلنے والے یہ ادبی لوازمات اجنبی نہیں لگتے بلکہ قاری کو سراسر اپنے جیسے لوگوں کی گفتگو محسوس ہوتے ہیں۔ جو محاورے، تشبیہیں اور استعارے ہماری گفتگو میں عموماً مروج اور مستعمل ہیں ان کا استعمال ہمیں اجنبی محسوس نہیں ہونے دیتا اور ہم ادبی پیرایہ اظہار کا لطف لیتے ہوئے دلچسپی کے ساتھ ناول کا مطالعہ جاری رکھتے ہیں۔

عبارت کے بے ساختہ پن کو محسوس کرتے، عبارت کی بے تکلفی اور زبان و بیان کی روانی سے لطف اندوز ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اکثر وہ ایسی عبارتوں میں اس بات کے پابند نظر آتے ہیں کہ بے ساختہ جو الفاظ قلم کی نوک پر آ جائیں، صفحۂ قرطاس پر نقش ہو جائیں۔ الفاظ کی تلاش میں ان کی ذہنی کاوش کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ نسیم حجازی اسلوب کے کسی خاص مسلک کے پابند نہیں ہیں۔ وہ اپنی تحریروں میں جہاں ضرورت ہو خطیبانہ اوھذ: باتی اسلوب اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسے مثال کے طور پر یہ اقتباس ہے" :

"اس دنیا میں کئی سیاسی غلطیوں کی تلافی ممکن ہے۔ ہاری ہوئی جنگیں دوبارہ لڑی اور جیتی جا سکتی ہیں۔ شکستہ قلعے دوبارہ تعمیر ہو سکیے ہیں۔ تنکی راتوں میں بھٹکے ہوئے قافلے صبح کی روشنی میں اپنا راستہ تلاش کر سکیے ہیں لیکن علیے اجتماعی گناہ ایسا بھی ہے جس کے لیے کوئی کفارہ نہیں ہوتا اور بھٹکے ہوئے قافلوں کے لیکیلیے رات ایسی بھی آتی ہے جس کے لیے کوئی صبح نہیں ہوتی۔

لیکن یہ چیز بہت واضح ہے کہ یحذ: باتی پن سطحی نہیں بلکہ سنجیدہ ہے۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں حذ: بات ابھارنے اور خیالات میں ارتعاش پیدا کرنے کی جو کوشش کی ہے، اس میں کہیں بھی ان کا اپنا قلمھذ: بات کی رو میں آ کر بھٹکا نہیں ہے بلکہ انہوں نے جتنا بھی لکھالیے خاص اعتدال کے ساتھ لکھا اور فنی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ نسیم حجازی کے ناولوں میں جہاں کہیں حذ: باتی تقریریں آئی ہیں ان میں ادبی لوازمات اور بھی بڑھ گئے ہیں اور عبارت کی چاشنی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کیلیے مثال یہ ہے:

"معظم علی نے جواب دیاجیے ہماری قسمت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہو گی جو اجتماعی حیات کے اصولوں پر یقین رکھتے ہوں۔ موجودہ دور میں ہماری سب سے بڑی بیماری ہماری لامرکبی ہے اور اس لامرکبی کا باعث ان بے شمار طالع آزماؤں کی ہوس اقتدار ہے جو ہندوستان کو اپنی چھوٹی چھوٹی شکارگاہوں میں تقسیم کر چکے ہیں۔ موجودہ حالت میں کسی سپاہی کی تلوار چند امراء کی مسندوں کی حفاظت کر کے ان کے اقتدار کی مدت میں چند مہینوں یا چند برسوں کا اضافہ کر سکتی ہے لیکن قوم کی اجتماعی بقا کی ضمانت نہیں دے سکتی۔

نسیم حجازی کا قلمھذ: بات کے وفور کے باوجود ادبیت کا دامن نہیں چھوڑتا۔ اگرچہ کہ بعض حصوں میں حذ: بات کا سیلاب قاری کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے۔ کہانی میں تبلیغی احساس کی لہریں بھی اٹھتی ہیں لیکن ادبیت برابر ان کی عناں گیر رہتی ہے۔ تاہم محبت اور مامتا کےھذ: بات کی پیش کش کے دوران میں نسیم حجازی کہیں کہیں سنجیدگی کی حدود سے تجاوز کر کے مبالغہ آرائی بھی کرتے ہیں

نسیم حجازی نے فنی اعتبار سے ناول کے مختلف فنی حہ: اکو نباہنے کا حق ادا کیا ہے۔ وکیلیے ہی ڈگر پر اول تا آخر نہیں لکھتے بلکہ منظر نگاری، مکالمہ نویسی اور واقعات کے بیان میں حسب موقع اسلوب اختیار کرتے ہیں۔ ان کے ہاں ادبیت، شوخی اور تیکھے پن کا

حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔فنی احساس کی بناء پر وہ اپنے ناولوں کے اسلوب میں بھی ہلکے ہلکے اشا روں میں کوئی اہم بات کہنے، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں ایجاز واختصار سے کام لینے اور مکالموں میں ادبیت، شوخی اور تیکھاپن برتنے کا وہ انداز برابر قائم رکھتے ہیں۔ظرافت اور مزاحیہ انداز بھی انھوں نے اختیار کیا، ہلکی پھلکی طنز اور مزاح کو تحریر میں لانے کے لیے انہیں کوشش نہیں کرنا پڑتی بلکہ ان کا قلم بلا تکلف یہ کام کر جاتا ہے اور نہایت سنجیدہ ماحول میں ہوا کے جھونکے کی طرح قاری کو تازگی عطا کر دیتا ہے۔یہ لطیف نوعیت کے طنز ومزاح کی موجودگی بڑی معنی خیز بن جاتی ہے۔وہ بعض موقعوں ایسا طنز کرتے ہیں جس سے مزاح بھی پیدا ہوتا ہے اور مزاح کے پردے میں گہری چوٹ بھی کر جاتے ہیں۔یعنی تلخی و شیرینی ساتھ ہے۔وہ کہیں تلخ ہو کر اپنے ملی ضمیر کو جھنجھوڑتے دکھائی دیتے ہیں اور کہیں واعظ وناصح بن کر شیریں کلامی کے ذریعے مسلمانوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔

نسیم حجازی کی تحریروں میں جگر سوزی، امید و بیم اور جوش ولولہ کی موجودگی ان کے دل کا سارا درد سمٹ کر قلم کی زبان پر لے آتا ہے۔قارئین کے آنسوؤں سے پہلے ان کی اپنی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ملتے ہیں۔اللہ نے اس شخص کو احساس، درد و سوز اور تڑپ کی کتنی بڑی دولت سے نوازا تھا۔

ان کے ناولوں کی تحریر سے قوت، ہمت و حوصلے اور امید کے چشمے ابلتے ہیں۔ان کے تاریخی ناولوں میں کہیں کہیں خطبات کے دوران میں شاعرانہ اور ایمائی اسلوب آجاتا ہے۔

تاریخی ناول کے لیے اس طرح کا اسلوب ویسے تو نامناسب ہوتا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ تحریر کی دل چسپی اور پسندیدگی میں اضافہ کرتا ہے۔جہاں تاثیر میں ایک طرف اس کے موضوع کو دخل ہے، وہاں دوسری طرف مصنف کے شاعرانہ وایمائی اسلوب، اختصار وایجاز سے مملو حقیقت نگاری اور تخیل کی رنگ آمیزی کے امتزاج کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔منظر نگاری میں مبالغے کی ہلکی سی جھلک، کرداروں کی مصوری اور خاص کر ان کے جذبہ محبت کے اظہار میں جذباتیت سے احتراز، اصلاحی اور تبلیغی مقصد کے اظہار میں ولولہ اور جوش کے باوجود توازن اور اعتدال...اس عظیم ناول نگار کی نمایاں صفات ہیں۔

تاریخی معرکے لکھنے کا عادی نسیم حجازی بعض اوقات مفید اور معمولی کاموں کا اس انداز میں تذکرہ کرتا ہے کہ وہ تکلیف دہ محسوس ہونے لگتے ہیں۔ان کے تاریخی ناولوں میں فکر اور فن کے جملہ لوازمات پوری طرح موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ ان میں قاری کی دل چسپی کا وافر سامان میسر ہے۔

نسیم حجازی کے اسلوب میں خوبیوں کے ساتھ ساتھ کچھ خامیاں بھی ملتی ہیں جیسے ان کی تحریروں میں متعدد لفظی اغلاط موجود ہیں۔کہیں کہیں تذکیر و تانیث کی غلطیاں بھی موجود ہیں، بعض الفاظ کا معنوی اعتبار سے بے جا استعمال، ایسی تراکیب جو معنوی تکرار کے لحاظ سے ناقص ہیں۔بعض الفاظ کا استعمال اس کثرت سے کیا گیا ہے کہ کئی مکالمے اور کردار یکسانیت زدہ محسوس ہوتے ہیں۔ نسیم حجازی بنیادی طور پر اسلامی نظریاتی ادیب ہیں۔ان کے ہاں کسی بھی تحریر میں ایک

مقصد پیش نظر ہوتا ہے۔وہ اپنی نگارشات کے ذریعے سے مسلمانانِ عالم کو ان کا تابناک ماضی یاد دلا کر روشن مستقبل کی جانب لے جانا چاہتے ہیں۔

۔ نسیم حجازی کی تحریروں میں نہایت رواں لب ولہجہ پایا جاتا ہے جو کہ ادبی چاشنی کے ساتھ ساتھ مقصدیت کو بھی بام عروج پر رکھے ہوئے ہے۔ان کی خصوصی پہچان اسلامی تاریخی ناول نگاری کے ذریعے سے اسلام کی عظمت رفتہ کی یاد تازہ کرنا اور مسلمانوں کو دوبارہ عروج سے آشنا کرنا ہے۔ نسیم حجازی کی تحریروں میں شگفتگی و پرکاری بطورِ خاص محسوس کی جاسکتی ہیں۔ان کے اسلوب تحریر میں بوجھل پن نام کو نہیں ملتا۔تاہم مبالغہ آرائی ان کی تحاریر کا وصف خاص ہے۔وہ ذرا ذرا سی بات کو یوں بڑھا چڑھا کر بیان کر دیتے ہیں گویا کچھ بہت بڑا ہو گیا ہو۔علاوہ ازیں تشبیہ ،استعارہ، محاورہ، روزمرہ اور کہاوت کا بعض اوقات نامناسب اور بے محل استعمال دیکھنے کو ملتا ہے۔

Dr.Iqbal Ahmad Khan

Dr.Manorama & Prof.H.S.Pundkar Arts, Commerce & Science College, Balapur, Akola 444302 (MS)